"احتبس انتظار الغلاء به"[۱] اشیاء کو گراں بیچنے کے لیے روک رکھنا احتکار کہلاتا ہے۔
ان تمام معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء لغت کے نزدیک احتکار غلہ مہنگے داموں فروخت کرنے کے لیے ذخیرہ کرنے کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم

علماء اسلام نے احتکار کی مختلف اصطلاحی تعریفیں کی ہیں۔
امام مجدالدین ابن الاثیر (م ۶۰۶ ھ) نے احتکار کی اصطلاحی تعریف یہ بیان کی ہے۔

"احتكر طعاما ای اشتراه وجسه ليقل فيغلوا"[۲]
اشیاء خوردنی کا ذخیرہ کرنا یعنی ان کو خرید کر اپنے پاس رکھ لینا تاکہ ان کی قلت ہو اور ان کی قیمتیں بڑھ جائیں۔

ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ ھ) نے مرقاۃ المفاتیح میں احتکار کی یہ تعریف کی ہے۔

"الاحتكار هو حبس الطعام حين احتاج الناس به حتى يغلوا"[۳]
لوگ جب اشیاء خوردنی کے محتاج ہوں اس وقت ان اشیاء کی فروخت روک دینا تاکہ ان کی قیمتوں میں گرانی ہو جائے احتکار کہلاتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ ھ) نے احتکار کے اصطلاحی مفہوم کو اس طرح بیان کیا ہے۔

"احتکار . . . . در شرع عبارت است از حبس اقوات بانتظار گرانی بایں طریق کہ بخرد در وقت گرانی و نگاہدارد تا گرانی تراز آں شود"[۴]

۱؎ زبیدی، تاج العروس، بذیل مادہ "حکر"، المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ ج ۳، ص ۱۵۴۔
۲؎ ابن الاثیر، النھایہ فی غریب الحدیث والاثیر، مؤسسۃ اسماعیلیان، قم ایران، ج ۱ ص ۴۱۷
۳؎ ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، مکتبہ امدادیہ، ملتان، (ت۔ن) ج ۶، ص ۹۴
۴؎ عبدالحق محدث، اشعۃ اللمعات، نول کشور، لکھنؤ، ۱۸۷۳ء ج ۳ ص ۳۹

یعنی شریعت میں کسی شخص کا اشیاء خوردنی کی فروخت کو اس نیت سے روک دینا تاکہ اسے زیادہ مہنگے داموں فروخت کرے احتکار کہلاتا ہے۔

جدید مفکر مصطفیٰ محمد عمارہ نے احتکار کی اصطلاحی تعریف یہ تحریر کی ہے۔

"حفظ عنده حتى تزاد قيمته ومنع الناس من الانتفاع به"[1]

یعنی احتکار سے مراد یہ ہے کہ اپنے پاس غلے کو روک لینا تاکہ اس کی قیمت میں اضافہ ہو اور لوگوں کو اس سے نفع اٹھانے سے منع کرنا۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری کے نزدیک احتکار کی اصطلاحی تعریف یہ ہے۔

... کوئی شخص "غلہ" وغیرہ کو بہت بڑی مقدار میں اس لیے خریدے کہ بازار گراں ہو جائے اور پبلک میں اس چیز کی مانگ کا "مرکز" صرف وہی بن جائے اور پبلک اس کے مقررہ نرخ پر مجبور ہو جائے اور وہ من مانی گراں فروشی کرے"[2]

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں احتکار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص انسانی ضروریات کی عام اشیاء میں سے کسی چیز کو اس لیے ذخیرہ کرے تاکہ بازار میں اس کی مصنوعی قلت پیدا ہو اور وہ اسے مہنگے داموں فروخت کرے۔

شرائط احتکار ائمہ فقہاء کے نزدیک اگرچہ احتکار کی متعدد شرائط ہیں لیکن ان میں اہم اور قابل ذکر چار شرائط ہیں۔

اول: پہلی شرط مال سے متعلق ہے کہ شرع اسلامی میں کس مال کی ذخیرہ اندوزی کو احتکار کہا جائے گا۔

امام اعظم ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) کے نزدیک احتکار صرف غذائی اشیاء میں ممنوع ہے۔ خواہ وہ انسانی غذاؤں سے متعلق ہوں یا حیوانی غذاؤں سے ہدایہ میں ہے۔

يكره الاحتكار فی اقوات الآدميين والبهائم ..... تخصیص

---

[1] منذری، الترغیب والترہیب، محشی، مصطفیٰ محمد عمارہ، دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ، ج ۲، ص ۵۸۲

[2] حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام، طبع چہارم، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۵۱ء، ص ۲۶۲۔

الاحتكار بالاقوات كالحنطة والشعير والتين فی قول ابی حنیفة[1]

امام ابوحنیفہ کے نزدیک انسانوں اور حیوانوں کی اشیاء خوردنی مثلاً گندم، جو اور بھوسہ

بھوسہ میں احتکار ممنوع ہے۔

امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) اشیاء خوردنی کے علاوہ کائی (ایک قسم کی گھاس)، اون اور زیتون کی ذخیرہ اندوزی کو بھی احتکار میں شمار کرتے ہیں۔ اشفاق الرحمٰن کاندھلوی نے مؤطا کے حاشیہ پر امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"وکان مالک یمنع من احتکار الکتان، والصوف، والزیت وکل شیٔ اضر باهل السوق اما انه لیست الفواکهة من الحکوة"[2]

امام مالک کائی، اون اور زیتون کے علاوہ ہر اس میں احتکار سے منع کرتے جس میں احتکار عوام کے لیے مضرت رساں ہوتا البتہ پھلوں میں آپ کے نزدیک احتکار نہیں ہے۔

امام ابویوسف (م ۱۸۲ھ) بھی امام مالک کی طرح احتکار کو اشیاء خوردنی تک محدود نہیں رکھتے بلکہ آپ کے نزدیک ہر اس چیز میں احتکار ہے جس میں ذخیرہ کرنے سے عوام کو اذیت ہو۔

ہدایہ میں ہی آپ کا یہ قول منقول ہے۔

"کل ما اضر بالعامة حبسه فهو احتکار وان کان ذهبا اوفضة او ثوبا"[3]

یعنی جس چیز کا روکنا عوام کے لیے مضر ہو اس میں احتکار ہے اگرچہ سونا ہو یا چاندی ہو یا کپڑا

---

[1] برہان الدین مرغینانی، الهدایہ، محمد علی کارخانہ کتب، کراچی، ۱۳۱۱ھ، ج ۴، ص ۴۶۸۔

[2] امام مالک، مؤطا، محشی، اشفاق الرحمٰن کاندھلوی، میر محمد کتب خانہ، کراچی۔ (ت۔ن) ص ۵۹۱

[3] المنذری، مختصر سنن ابی داود، ج ۵، ص ۹۱

امام محمد (م ۱۸۹ھ) کے نزدیک احتکار کی تعریف یہ ہے۔

الاحتکار بمایتقوت به النّاس والبھائم[1]

احتکار ہر اس چیز میں ہے جس سے انسان اور حیوان خوراک حاصل کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کے نزدیک بھی احتکار عام ضروریات انسانی کی اشیاء میں ہوتا ہے۔

امام ابو داؤد (م ۲۷۵ھ) کہتے ہیں میں نے امام احمد سے پوچھا۔

"ما الحکرہ قال ما فیه عیش النّاس"[2]

کس چیز میں احتکار ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہر اس چیز میں جو عام ضروریات انسانی سے متعلق ہو۔

ابن القیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) نے امام احمد کا ایک یہ قول بھی نقل کیا ہے۔

"لیس الاحتکار الا فی الطعام خاصة لانه قوت النّاس"[3]

احتکار صرف انسانوں کی اشیاء خوردنی میں ہوتا ہے۔

ان تمام اقوال میں امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) کا قول اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے کیونکہ حرمت احتکار کے شرعی مقاصد اس قول میں پورے ہوتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں حرمت احتکار کے اہم مقاصد یہ ہیں۔

۱۔ دولت فرد واحد یا چند مخصوص افراد کے ہاتھوں میں جمع نہ ہو۔

۲۔ اسلامی ریاست کے شہریوں کو بے جا معاشی تکلیف نہ ہو۔

اگر احتکار کو صرف اشیاء خوردنی تک محدود کر دیا جائے تو عصر حاضر میں بہت سی ایسی اشیاء بھی ہیں جن کا تعلق بظاہر خورد و نوش سے نہیں لیکن حیات انسانی کی بنیادی ضروریات میں شامل ہیں مثلاً کھاد، سیمنٹ، پٹرول وغیرہ ہمارے ہاں سالانہ بجٹ کے موقع پر بالخصوص

---

[1] شیخ نظام و جماعۃ، الفتاوی الھندیہ، نوران کتب خانہ، پشاور (ت، ن) ج ۳، ص ۲۱۴۔

[2] ابن تیمیہ، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، انصار السنۃ المحمدیہ، لاہور (ت۔ن) ج ۵، ص ۲۳۵۔

[3] ابن القیم الجوزیہ، تہذیب، بذیل، المنذری، مختصر سنن ابی داود، ج ۵، ۹۰

اشیاء خورد و نوش کے علاوہ ان اشیاء اور ان جیسی دیگر متعدد اشیاء کا ذخیرہ کر لیا جاتا ہے اور بجٹ کے اعلان کے بعد ان ذخیرہ شدہ اشیاء کو مارکیٹ میں لایا جاتا ہے اس طرح اسلامی ریاست کے شہریوں کو غیر خوردنی اشیاء کے احتکار میں بھی اتنی ہی معاشی اذیت پہنچتی ہے جتنی اشیاء خوردنی کے ذخیرہ سے ایذا ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ ان اشیاء کے ذخیرہ کرنے سے بھی ذخیرہ اندوز بے شمار دولت کے مالک بن جاتے ہیں اسی لیے امام ابویوسف کے نزدیک ان تمام اشیاء کی ذخیرہ اندوزی احتکار شرعی ہوگی۔ جو کسی بھی طرح انسانی زندگی سے متعلق ہوں۔

اسلامی نظریہ احتکار کی روح کی تکمیل تب ہی ممکن ہے جب اس کا دائرہ ان تمام اشیاء پر حاوی ہو جو کسی بھی طرح انسانی ضروریات سے متعلق ہوں

دوم: احتکار کے متعلق دوسری شرط فقہاء اسلام نے یہ بیان کی ہے کہ محتکر کی نیت یہ ہو کہ اس چیز کی مصنوعی قلت پیدا کر کے اس کی قیمت بڑھائی جائے البتہ اگر کسی شخص نے عام حالات میں کسی چیز کو بڑی مقدار میں خریدا تاکہ اسے نفع کے ساتھ فروخت کرے لیکن اتفاق سے اس شئے کی قیمت قدرتی عوامل سے بڑھ جائے تو بڑھی ہوئی قیمت پر اس چیز کو فروخت کرنا احتکار شرعی نہیں کہلائے گا۔ البتہ اگر اس مال کی فروخت لوگوں کی ضرورت کے وقت نہ کرے تو احتکار شرعی ہو جائے گا[1]

سوم: احتکار کے متعلق تیسری شرط یہ ہے کہ احتکار تنگی کے زمانے میں ہو یا کسی بھی وقت ہو لیکن اس کی ذخیرہ اندوزی سے بازار متاثر ہوتا ہو اگر محتکر کے غلہ روکنے سے بازار پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور وہ چیز بازار میں عام مل رہی ہو تو جمہور ائمہ کے نزدیک یہ احتکار بلا کراہت جائز ہے جب کہ امام مالک کے نزدیک کسی بھی وقت مال کا مطلقاً ذخیرہ کرنا ناجائز ہے[2]

چہارم: احتکار کے متعلق چوتھی شرط یہ ہے کہ احتکار طویل مدت کے لیے ہو طویل

---

[1] مرغینانی، ہدایہ، ج ۴، ص ۴۶۹

[2] احمد یار خاں، مراۃ شرح مشکوٰۃ، نعیمی کتب خانہ، گجرات، (ت۔ن)، ج ۴، ص ۲۴۸۔

اور قلیل مدت کے متعلق ہدایہ میں ہے۔

"الشھر لان دونہ قلیل عاجل وما فوقہ کثیرًا اجل"[1]

فقہاء کے نزدیک ایک ماہ تک مدت قلیل اور ایک ماہ سے زیادہ مدت طویل سمجھی جاتی ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک مدت قلیل میں احتکار نہیں کیونکہ اس میں ضرر نہیں[2] جب کہ طویل مدت میں بالاتفاق احتکار ممنوع ہے۔

آج کے دور میں فقہاء کی قلیل مدت بھی قابل ضرر ہے، راقم الحروف کے خیال میں مدت کے تعین کا انحصار محتکر کی نیت پر ہے اگر محتکر حرمت احتکار کے پیش نظر ایک دن بھی احتکار کرے گا تو وہ احتکار کا مرتکب ہوگا۔

علامہ قرطبی (م ۶۷۱ھ) نے ایک واقعہ نقل کیا ہے اس سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ فقہاء کی قلیل مدت میں احتکار بھی احتکار شرعی کہلاتا ہے۔

واسط شہر میں ایک تاجر رہتا تھا اس نے اپنا گندم سے بھرا ہوا ایک جہاز بصرہ بھیجا۔ اور وہاں اپنے ایجنٹ کو لکھا کہ جس روز یہ جہاز بصرہ پہنچے اسی روز اس کو فروخت کر دو۔ آنے والے دن کے لیے اسے بچا کر نہ رکھنا اتفاق ایسا ہوا کہ جس روز وہ جہاز بصرہ پہنچا تو گندم کا بھاؤ گرا ہوا تھا۔ غلہ کے تاجروں نے اس ایجنٹ کو کہا کہ اگر تم ایک ہفتہ انتظار کرو تو کئی گنا زیادہ نفع کماؤ گے۔ چنانچہ ایجنٹ نے ایک ہفتہ اس گندم کو فروخت نہ کیا اور ان ایام میں بھاؤ تیز ہو گیا اور اس نے کئی گنا زیادہ نفع کمایا۔ جب اس نے اپنے مالک کو اس صورت حال سے آگاہ کیا تو اس تاجر نے اس کو لکھا۔

"یا ھذا انا کنا قنعنا بربح یسیر مع سلامۃ دیننا وقد جنیت علینا جنایۃ فاذا اتاک کتابی ھذا فخذ المال

---

[1] مرغینانی، ہدایہ، ج ۴، ص ۴۶۹

[2] ایضاً

وتصدق به علی فقراء البصرة ولیتنی انجو من الاحتکار کفافا لا علی ولا لی[1]

اے فلاں اگر ہمارا دین سلامت رہے تو ہمیں تھوڑا نفع ہی کافی ہے تو نے ہم پر بڑی زیادتی کی ہے۔ جس وقت میرا یہ خط تمہیں ملے تو سارا مال بصرے کے فقراء میں تقسیم کر دو۔ اس غلہ کی ذخیرہ اندوزی کا جو جرم تم نے کیا ہے اس کے مواخذہ سے ہی اگر بچ جاؤں تو کافی ہے مجھے اس مال کے صدقہ کرنے سے مزید ثواب کی کوئی آرزو نہیں۔

خلاصہ یہ کہ اسلام میں کسی شخص کے لیے کسی بھی چیز کا اس وقت ذخیرہ کرنا حرام ہے جب کہ عوام النّاس کو اس چیز کی ضرورت ہو لیکن وہ شے کو اس لیے فروخت نہ کرے تاکہ اس کی مصنوعی قلت پیدا ہو اور اسے مہنگے داموں فروخت کرے۔

احتکار کے متعلق شرعی احکام

اسلام میں دولت و سرمایہ داری کے متعلق ہر وہ اصول ناقابل تسلیم ہے جس میں کسی نہ کسی طرح احتکار و اکتناز کی کوئی صورت پیدا ہو سکے اور اس سے دولت پھیلنے کی بجائے خاص حلقوں اور مخصوص طبقوں میں محدود ہو جائے اور عام انسانی زندگی متاثر ہو۔ قرآن پاک میں احتکار و اکتناز کی حرمت کا ذکر دو طرح سے کیا گیا ہے۔

اوّل: وہ آیات جن میں احتکار و اکتناز کی حرمت بیان کی گئی ہے۔

دوم: وہ آیات مطہرہ جن میں انفاق فی سبیل اللہ کے وجوب کا ذکر کیا گیا ہے۔

اگرچہ متعدد قرآنی آیات میں احتکار و اکتناز کی حرمت اور وجوب انفاق کا ذکر ہے لیکن ذیل کی آیات اس مضمون کے اعتبار سے قابل توجہ ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ

---

[1] ابوعبداللہ محمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتاب العربی للطباعۃ والنشر، قاہرہ۔ ۱۹۶۷، ج ۱۹، ص ۵۶۔

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ[1]

ترجمہ: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے لیے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ جس روز کہ اس مال پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ خزانہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا پس خزانہ جمع کرنے کا مزا چکھو۔

۲۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ نِ الَّذِىْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ[2]

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لیے جو عیب چین اور بدگو ہے جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا ہرگز نہیں۔ وہ جہنم میں پھینکا جائے گا۔

۳۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ[3]

بے شک صدقات صرف فقیروں کے لیے اور مسکینوں کے لیے اور ان کے لیے جو صدقات کے وصول کرنے پر مامور ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرنی ہے اور ان کے لیے جن کی گردنیں غلامی سے آزاد کرانی ہیں اور قرض داروں کے لیے (جو قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے ہوں) اور اللہ کی راہ میں صرف کرنے کے لیے اور مسافروں کے لیے یہ اللہ کی جانب سے

---

[1] توبہ: ۳۴، ۳۵

[2] الھمزہ: ۱ تا ۴

[3] توبہ: ۶۰

فرض ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

۴ ۔ کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃً بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ [1]

(فقراء، مساکین، قرابت داروں اور یتیموں وغیرہ پر اللہ تعالیٰ نے اس لیے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے) تاکہ مال و دولت صرف دولت مندوں میں ہی محدود ہو کر نہ رہ جائے۔

۵ ۔ واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکاۃ [2]

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

۶ ۔ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ [3]

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

۷ ۔ وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡہِمۡ فِعۡلَ الۡخَیۡرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَآءَ الزَّکٰوۃِ وَکَانُوۡا لَنَا عٰبِدِیۡنَ [4]

اور ہم نے ان (انبیاء کرام) کی جانب وحی کی نیک کاموں کے کرنے کی اور نماز قائم کرنے کی اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہمارے عبادت گذار تھے۔

۸ ۔ وَاَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ [5]

اور جو ہم نے تم کو رزق دیا اس میں سے اس سے پہلے ہی خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کے پاس موت آجائے۔

ان آیات مقدسہ میں حرمت اکتناز و احتکار، ادائے زکوٰۃ و صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ

---

[1] حشر : ۷

[2] بقرہ : ۴۳

[3] بقرہ : ۱۹۵

[4] انبیاء : ۷۳

[5] منافقون : ۱۰

کا حکم دیا گیا ہے ان سب کی روح یہ ہے کہ دولت و ثروت جمع اور ذخیرہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ خرچ کرنے کے لیے ہے اور اس کا مصرف ذاتی و انفرادی تعیش کی بجائے انفرادی و اجتماعی ضروریات کی کفالت ہے۔

قرآن پاک میں احتکار کی حرمت کا ذکر بالواسطہ کیا گیا ہے جب کہ احادیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً محتکر کے لیے وعیدوں اور جالبین (احتکار نہ کرنیوالے) کے لیے بشارتوں کا ذکر فرمایا ہے۔

محتکرین کے لیے ان احادیث میں وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ عن معمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتکر فھو خاطئ[۱]

حضرت معمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا خطاکار ہے۔

۲۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتکر یرید ان یتغالی بھا علی المسلمین فھو خاطی وقد برئی منہ ذمۃ اللہ[۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مسلمانوں کے لیے قیمتیں بڑھانے کی غرض سے ذخیرہ اندوزی کرے وہ خطاکار ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے۔

ذخیرہ اندوزی نہ صرف ملکی معیشت کے لیے نامناسب ہے بلکہ معاشرے میں رہنے والے ہر فرد کو مصائب سے دوچار کرنے کا سبب بنتی ہے مسند ابی داؤد الطیالسی کی روایت ہے۔

۱۔ امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب البیوع، باب تحریم الاحتکار) مطبع علیمی، دھلی، ۱۳۴۸، ج ۲، ص ۳۱

۲۔ حاکم، مستدرک علی الصحیحین، دار المعرفۃ، بیروت، (ت۔ن) ج ۲، ص ۱۲

۳ ۔ عن معقل بن یسارؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من دخل فی شئ من اسعار المسلمین لیغلیہ علیھم کان حقا علی اللہ تبارک وتعالیٰ ان یقذفہ فی معظم النار یوم القیمۃ [۱]

ترجمہ: معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مسلمانوں کے بازار کے نرخ میں اس لیے دخل دے کہ اُسے گراں کرے تو اللہ تعالیٰ پر ضروری ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن اسے زبردست آگ میں پھینک دے۔

۴ ۔ عن عبد الرحمن بن ابی بکرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحتکر فی سوقنا کالملحد فی کتاب اللہ [۲]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے بازار میں ذخیرہ اندوزی کرنے والا ایسے ہے جیسے اللہ کی کتاب کا منکر۔

۵ ۔ عن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحتکر ملعون۔ [۳]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ذخیرہ اندوز لعنتی ہے۔

۶ ۔ عن معاذؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بئس العبد المحتکر ان ارخص اللہ الاسعار حزن وان

---

[۱] ابی داود، مسند ابی داود الطیالسی، بحوالہ محترم محمد فہیم عثمانی، اسلامی معیشت کے چند نمایاں پہلو، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۷، ص ۸۹ ـ ۹۰۔

[۲] حاکم، مستدرک، ج ۲، ص ۱۲

[۳] ایضاً، ص ۱۱

اغلاھا فرح [1]

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ذخیرہ اندوز کتنا بُرا ہے کہ اللہ تعالیٰ اشیاء میں اگر ارزانی پیدا کرتا ہے تو وہ مغموم ہوتا ہے اور اگر گرانی پیدا کرتا ہے تو مسرور ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ذخیرہ اندوز کو معاشی قاتل قرار دیتے ہوئے انسانی قاتل کے مساوی قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۷۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یحشر الحاکرون و قتلۃ الانفس ــــــ فی درجۃ [2]

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن معاشی قاتل (محتکر) اور انسانی قاتل ایک ہی درجہ میں اٹھائے جائیں گے۔

۸۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتکر طعاما اربعین لیلۃ فقد برئ من اللہ وبرئ اللہ منہ [3]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چالیس [4] رات تک غلے کی ذخیرہ اندوزی کی وہ اللہ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہوگیا۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ

---

[1] منذری، الترغیب والترہیب، ج ۲ ص ۵۸۳

[2] ایضاً، ۵۸۴

[3] چالیس دن کا ذکر حد بندی کے لیے نہیں کہ اس سے کم احتکار جائز ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جو احتکار کا عادی ہو جائے اسکی یہ سزا ہے چالیس دن کوئی کام کرنے سے اس کام کی عادت پختہ ہو جاتی ہے البتہ بعض فقہاء نے اس حدیث سے مدت احتکار کا تعین کیا ہے (مرغینانی، ہدایہ، ج ۴ ص ۴۶۹)

[4] منذری: الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۵۸۲

صلی اللہ علیہ وسلم یقول من احتکر علی المسلمین طعامھم ضربہ اللہ بالجذام والافلاس [۱]

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کسی نے مسلمانوں کے لیے غلے کا ذخیرہ کیا اللہ تعالےٰ اس پر کوڑھ اور افلاس مسلط کر دے۔

۱۰۔ عن ابی امامۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من احتکر طعاما اربعین یوما ثم تصدق بہ لم یکن لہ کفارۃ [۲]

ترجمہ: حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے چالیس دن غلے کا ذخیرہ کیا پھر وہ سارا غلہ خیرات بھی کر دے تب بھی اس کا کفارہ نہ ہوگا۔

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بعض خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے عہد خلافت میں احتکار کو ممنوع قرار دیا۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہ اعلان فرما دیا تھا:

لاحکرۃ فی سوقنا لایعمد رجال بایدیھم فضول من اذھاب الی رزق من ارزاق اللہ نزل بساحتنا فیحتکرونہ علینا ولکن ایما جالب جلب علی عمود کبدہ فی الشتاء والصیف فذلک ضیف عمر فلیبع کیف شاء اللہ ولیمسک کیف شاء اللہ [۳]

---

[۱] ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، (ابواب التجارت، باب الحکرہ) نور محمد کتب خانہ، کراچی، ۱۳۸۱ھ ص ۱۵۶

[۲] ولی الدین، مشکوۃ المصابیح، (کتاب البیوع، باب الاحتکار) اصح المطابع، کراچی، ۱۳۶۸ھ ص ۲۵۱

[۳] امام مالک، مؤطا، (کتاب البیوع، باب الحکرۃ والتربص) ص ۵۹۱۔

ترجمہ: ہمارے بازار میں کوئی ذخیرہ اندوزی نہ کرے جن لوگوں کے پاس ضرورت سے زائد دولت ہے وہ کسی ایک غلہ کو خرید کر ہمارے ملک میں ذخیرہ اندوزی نہ کریں اور جو شخص گرمی یا سردی میں تکلیف اٹھا کر ہمارے ملک میں غلہ لائے وہ عمر کا مہمان ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ بیچے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہو رہنے دے۔

ابن قدامہ المقدسی (م ۶۲۰ھ) نے المغنی میں ایک عبرتناک واقعہ نقل کیا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک بار بازار نکلے تو آپ نے وہاں بہت سا غلہ دیکھا، آپ نے فرمایا یہ کیسا غلہ ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ہمارے لیے لایا گیا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے اور اس کو بھی برکت دے جو یہ غلہ لایا ہے۔ پھر آپ سے کہا گیا یہ غلہ ذخیرہ کیا گیا تھا آپ نے پوچھا کس نے ذخیرہ کیا تھا انہوں نے کہا ایک حضرت عثمانؓ کے غلام نے اور ایک آپ کے غلام نے۔ آپ نے ان دونوں کو بلا کر ذخیرہ کرنے کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے کہا ہم اپنے اموال خریدتے ہیں اور بیچتے ہیں تو آپ نے ان سے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کوئی مسلمانوں کے غلے کو ذخیرہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر کوڑھ اور تنگدستی مسلط کر دے گا یہ بات سن کر حضرت عثمانؓ کا غلام غلہ باہر لے آیا راوی نے کہا حضرت عمرؓ کے غلام نے وہ غلہ فروخت نہ کیا میں نے اسے کوڑھ کی بیماری میں مبتلا دیکھا۔[1]

علامہ شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ[2] آپ نے ایک ذخیرہ اندوز کا غلہ (سزا کے طور پر) جلا دیا۔

ان تمام احادیث و آثار صحابہؓ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں احتکار کتنا بڑا مذموم فعل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض احادیث میں ان لوگوں کی فضیلت بھی بیان فرمائی جو غلے

---

[1] موفق الدین عبداللہ ابن قدامہ، المغنی (باب الاحتکار) مکتبہ المنار، قاہرہ، ۱۳۴۷ھ، ج ۴، ص ۲۸۳

[2] محمد بن علی الشوکانی، نیل الاوطار، ج ۲، ص ۱۸۱ بحوالہ، ڈاکٹر نور محمد غفاری، اسلام کا قانونِ تجارت، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۶۶۔

کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتے ان میں سے چند تحریر کی جاتی ہیں۔

۱۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجالب مرزوق[1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بازار میں غلہ لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے۔

۲۔ عن عبد الرحمٰن بن ابی بکرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الجالب الی سوقنا کالمجاھد فی سبیل اللہ[2]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے بازار میں غلہ لانے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔

۳۔ عن ابی سعید الخدری قال عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء[3]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچا امانتدار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

ان احادیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ جو تاجر احتکار کا مرتکب نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس کا رتبہ کتنا بلند ہے۔

احتکار کے سدِ باب کے لیے شرعی اقدامات

احتکار کے سدِ باب کے لیے شریعت اسلامیہ میں چار طرح کے اقدامات کیے گئے ہیں۔

اوّل: اخلاقی اقدامات۔ دوم: قانونی اقدامات

سوم: تعزیری اقدامات۔ چہارم: قانونی وسائل

---

[1] دارمی، سنن الدارمی، (کتاب البیوع، باب فی النھی عن الاحتکار) نشر السنۃ، ملتان (ت۔ن) ج ۲، ص ۱۶۵

[2] حاکم، مستدرک، ج ۲، ص ۱۲

[3] ترمذی، جامع الترمذی (ابواب البیوع، باب ما جاء فی التجار) مطبع نول کشور، لکھنؤ (ت۔ن) ج ۱ ص ۳۷۶۔

اول : اخلاقی اقدامات کا ذکر قرآن وحدیث میں محتکرین کے لیے وعیدوں اور جالبین کے لیے وعدوں کی صورت میں کیا گیا ہے۔ جن کا تفصیلی ذکر کیا جا چکا ہے۔

دوم : قانونی اقدامات سے مراد یہ ہے کہ اسلام نے ذخیرہ اندوزی کی تمام ممکنہ صورتوں کو قانوناً ناجائز قرار دے دیا ہے۔

عہدِ رسالت میں احتکار کی دو مروجہ صورتیں تھیں :

(ا) بیع تلقی الرکبان (اا) بیع حاضر للباد

تلقی الرکبان کے متعلق بخاری کی روایت ہے۔

عن عبد الله قال كنا نتلقى الركبان فنشتري منهم الطعام فنهانا النبي صلى الله عليه وسلم ان نبيعه حتى نبلغ به سوق الطعام[1]

ترجمہ : عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم غلہ لانے والے قافلوں کے پاس (شہر آنے سے پہلے) پہنچ جاتے تھے اور ان سے غلہ خرید لیا کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس فعل سے منع فرما دیا کہ ہم اس غلے کو بازار میں پہنچنے سے پہلے خریدیں۔

فقہاءِ اسلام نے "تلقی الرکبان" کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ جب کبھی شہر میں غلہ یا دیگر اشیاءِ خوردنی کی قلت ہو اور قحط کے آثار نمایاں ہوں اور شہر کے بڑے بڑے تاجر شہر سے نکل کر شہر کی طرف آنے والے تجارتی قافلوں کو راستے میں ہی روک کر ان کا تجارتی سامان خصوصاً اشیاءِ خوردنی خرید کر چور بازاری سے اپنی شرائط کے مطابق فروخت کریں اور من مانی قیمت وصول کریں تو یہ تلقی الرکبان کہلاتا ہے[2]

"تلقی الرکبان" کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شہر کے تاجر باہر سے آنے والے کسانوں

---

[1] امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب البیوع، باب منتهى التلقی) نور محمد کتب خانہ دہلی، ۱۳۵۷ھ، ج ۱، ص ۲۸۹

[2] مرغینانی، الہدایہ، (کتاب البیوع، باب فیما یکرہ) ج ۳، ص ۶۹

اور عام دیہاتیوں کو شہر کے اصل بھاؤ سے بے خبر رکھ کر ان کی اشیاء سستے داموں خرید لیں اور شہر میں لاکر مہنگے داموں فروخت کریں۔

لیکن یہ صورت نہی تب آئے گی جب شہر میں اس مال کی قلت ہو اگر شہر میں اس مال کی نہ قلت ہو اور نہ ہی گرانی ہو تو ان اشیاء کا شہر کے باہر خرید لینا "تلقی الرکبان" میں نہیں آئے گا[1]

عہد رسالت میں احتکار کی دوسری مروجہ صورت "بیع حاضر للباد" تھی اس بیع کے متعلق بھی الصحیح بخاری میں روایت ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر قال نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یبیع حاضر لباد[2]

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ شہر والا دیہات والوں کے لیے بیچنے کا کام دے۔

فقہاء اسلام نے "بیع حاضر لباد" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایک تاجر کا سامان تجارت شہر میں موجود ہے مگر وہ اپنی نفع اندوزی اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی خواہش کی تکمیل کے لیے شہریوں کی ضروریات جاننے کے باوجود اپنا سامان ان کے ہاتھوں فروخت نہ کرے بلکہ دیہات میں جاکر سادہ لوح دیہاتیوں کو مہنگے داموں فروخت کرے[3]

اس بیع کی ایک اور شکل یہ بھی ہے کہ شہری دیہاتیوں کے درمیان مانع بن کر خود دیہاتیوں میں کی جانب سے ذمہ دار بن کر گراں قیمت پر اشیاء خرید کراتا ہے اگر شہری کا یہ عمل فریقین میں سے کسی کے لیے بھی نقصان کا باعث بنے تو یہ کاروبار ممنوع ہے لیکن اگر وہ صرف دلال کا کام کرے اور اس کی نیت اور عمل دونوں سے کسی فریق (دیہاتی یا شہری) کو نقصان نہ پہنچے تو یہ عمل (دلالی) درست ہے[4]

---

[1] امام بخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۲۸۹

[2] مرغینانی، ہدایہ، (کتاب البیوع، باب فیما یکرہ) ج ۳، ص ۶۹

[3] ایضاً۔

بیع کی ان صورتوں کے علاوہ شریعت اسلامیہ میں ہر وہ بیع ناجائز ہے جس سے کسی طرح بھی احتکار ممکن ہو جیسے موجودہ دور میں احتکار کی مندرجہ ذیل شکلیں رائج ہیں ۔

ا ۔ شرکت قابضہ : ایسی شرکت جس میں پیداواری کاروبار کے اکثر حصص حصہ دار ہی خرید لیتے ہیں لہٰذا وہ کسی شے یا خدمت کی پیداوار کی حد اور اس کی قیمت کا تعین اپنی مرضی سے کرتے ہیں اور یوں خریداروں کا استحصال کرتے ہیں ۔

ت ۔ ادماج : ادماج کا مطلب یہ ہے کہ چند کمپنیاں مل کر ایک وحدت قائم کر لیتی ہیں اور یوں کسی شے کی پیداوار اور اس کی قیمت پر اجارہ داری قائم کر لیتی ہیں ۔

ج ۔ وحدت قیمت : چند مل مالکان یا کارخانہ داران مل کر بازار میں ایک قیمت طے کر لیتے ہیں اور اس قیمت کے ذریعے گاہکوں کا استحصال کرتے ہیں اور اپنے نفع کا زیادہ سے زیادہ حصول ممکن بنا لیتے ہیں [۱]

تعزیری اقدامات

احتکار کے سدباب کے لیے اسلام نے جہاں اخلاقی اور قانونی اقدامات کیے ہیں وہاں قاضی کو تعزیری اقدامات کرنے کا اختیار بھی دیا ہے تعزیری اقدامات کی بنیاد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ مسند احمد میں ہے ۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاضرر ولا ضرار [۲]

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ نقصان برداشت کرو اور نہ نقصان کا موجب بنو ۔

فقہاء اسلام نے اسی حدیث کو فقہ کے قواعد میں شمار کیا ہے [۳] اسی قانونی کلیہ کے تحت

---

[۱] نور محمد غفاری ، اسلام کا قانون تجارت ، ص ۶۹ ۔

[۲] احمد بن حنبل ، المسند ، دار صادر ، بیروت ، (ت ، ن) ج ۱ ، ص ۳۱۳

[۳] السید محمد عمیم الاحسان ، قواعد الفقہ (الرسالۃ الثالثۃ) قاعدہ نمبر ۲۵۲ ، الصدف پبلشرز کراچی ، ۱۹۸۶ء ، ص ۱۰۶

فقہاء اسلام کی ایک جماعت نے محتکر کے لیے درج ذیل دو تعزیری اقدامات کرنے کی اجازت دی ہے۔

(i) محتکر کو قید کی سزا کے علاوہ مالی سزا بھی دے سکتا ہے۔

(ii) قاضی محتکر کا مال اس کی رضامندی کے بغیر بازار کے نرخوں میں فروخت کرنے کا مجاز ہے۔ اس بنا پر ہدایہ میں ہے۔

اذا رفع الی القاضی ھذا الامر (الاحتکار) یامر المحتکر یبیع ما فضل عن قوتہ وقوت اھلہ علی اعتبار السعۃ فی ذلک وینھاہ عن الاحتکار فان رفع الیہ مرۃ اخری حبسہ وعذرہ علی ما یری زجرًا لہ دفعا للضرر عن الناس[1]

ترجمہ: جب محتکر کا یہ مسئلہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ محتکر کو حکم دے گا کہ وہ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی غذائی ضروریات (جن کا اندازہ فراخی سے کیا جائے) سے جو کچھ فاضل بچے اس کو فروخت کر دے اور قاضی اس کو احتکار کرنے سے منع کر دے گا اگر اسی تاجر کو دوبارہ اسی جرم میں قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تو اسے قید کر کے مناسب مالی سزا دے تاکہ عوام کی ضرر رسانی ختم ہو۔

ان اقدامات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام کے معاشی نظام میں کسی صورت میں احتکار جائز نہیں بلکہ اسلام محتکر کے خلاف ہر طرح کے اقدامات کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

چہارم۔ قانونی وسائل (تسعیر)

احتکار کے سد باب کے لیے اسلام صرف اخلاقی، قانونی اور تعزیری اقدامات پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ قانونی وسائل کو بھی پوری طرح استعمال میں لاتا ہے تاکہ اسلامی معاشرے سے اس برائی کا مکمل خاتمہ ہو اور اسلامی ریاست کے شہری امن و سکون کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکیں

---

[1] مرغینانی، الہدایہ، (کتاب الکراھیۃ) ج ۴، ص ۴۶۹ - ۴۷۰

احتکار کے خاتمے کے لیے اسلام جس قانونی وسیلے کو استعمال کرتا ہے اسے فقہی اصطلاح میں "تسعیر" کہا جاتا ہے۔

عربی لغت اور فقہ اسلامی میں تسعیر کا معنی بھاؤ مقرر کرنا ہے۔[1] اسلام نے حکومت یا کسی بیرونی طاقت کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ کسی چیز کی قیمت مقرر کرے کیونکہ اسلام کے عادلانہ قانون تجارت نے قیمتوں کے نظام کو اختیاری تصرفات سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے کیونکہ گرانی کا سبب اگر قدرتی عوامل ہوں تو اس صورت میں قانونی وسائل کے ذریعے اشیاء کی قیمتوں کو نیچے لانا اور تاجروں کو سستے داموں مال فروخت کرنے پر مجبور کرنا ظلم ہوگا یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جب قحط پڑا تو صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارزاں نرخ مقرر کرنے کی درخواست کی تو آپ نے انکار فرماتے ہوئے اسے ظلم سے تعبیر کیا۔

کنز العمال میں طبرانی کبیر کی روایت ہے۔

اصاب الناس سنة فقالوا یارسول اللہ سعّر لنا قال لا یسئلنی اللہ عن سنة احدثتها علیکم لم یامرنی بها ولکن سلوا اللہ من فضله[2]

ترجمہ: لوگ قحط کا شکار ہوئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے نرخ مقرر کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ مجھ سے ایسا کرنے میں جواب طلب کرے گا جس کا اس نے مجھے حکم نہیں دیا ہو اور میں اسے اپنی طرح سے اختراع کرلوں بلکہ تم اللہ سے اس کے فضل کے لیے دعا کرو۔

اس طرح سنن ابی داؤد میں ایک ہے۔

عن انس قال قال النّاس یارسول اللہ غلا السعر فسعّر لنا

---

[1] ابن منظور، لسان العرب ذیل مادہ "سعر" ج ۴، ص ۳۶۵
سیّد محمد عمیم الاحسان، قواعد الفقہ (الرسالۃ الرابعہ، التعریفات الفقھیۃ) ص ۳۲۱۔

[2] علی متقی حسام الدین، کنز العمال، (حدیث نمبر ۹۷۴۸) موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۹۷۹ء ج ۴ ص ۱۰۳

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو المسعر القابض الباسط الرزاق وانی لارجوا ان القی اللہ ولیس احد منکم یطالبنی بمظلمۃ فی دم ولا مال[1]

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نرخ گراں ہو گئے آپ ہمارے لیے نرخ مقرر کر دیجیے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ ہی نرخ مقرر کرنے والا ہے (اشیاء کی پیداوار میں) تنگی پیدا کرنے والا فراخی پیدا کرنے والا اور رزق عطا کرنے والا اور میں چاہتا ہوں کہ خدا کے حضور اس حال میں حاضر ہوں کہ تم میں سے کوئی مجھ سے کسی ظلم کا بدلہ طلب کرنے والا نہ ہو جو جان یا مال کے سلسلہ میں کیا گیا ہو۔"

یہ روایات صرف یہ بتاتی ہیں کہ نرخ گراں ہو گئے تھے اس گرانی کا سبب نہیں بتاتیں لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ گرانی کی وجہ یہ تھی کہ غلہ باہر سے ہی گراں نرخ پر آرہا تھا اور مدینہ منورہ میں غذائی اجناس زیادہ تر باہر ہی سے درآمد کی جاتی تھیں اس لیے جب باہر ہی سے مہنگا آرہا ہو تو مقامی تاجروں کو کمتر نرخ کا پابند بنانا صریحاً ظلم تھا اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ ایسی صورت میں تسعیر کی بجائے اشیاء کی رسد کو درست کرنے کی کوشش زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۸ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب قحط کے آثار نمایاں ہوئے اور قیمتیں چڑھنے لگیں تو آپ نے غذائی اشیاء کی رسد بحال کرنے کے لیے مصر اور شام سے غلہ، آٹا اور تیل وغیرہ اونٹوں پر منگوائے اس طرح قیمتیں اپنی اصلی سطح پر آگئیں[2]

بہرحال اگر گرانی قدرتی عوامل کے تحت ہو رہی ہو تو اس میں اسلام نے تسعیر (تعیین نرخ) کو نہ صرف ناجائز بلکہ ظلم کے مترادف قرار دیا ہے لیکن گرانی کی وجہ اگر احتکار ہو تو اس صورت میں اسلامی ریاست کو پورا اختیار ہے کہ وہ اشیاء کے نرخ متعین کر دے اور تاجروں کو مقررہ

---

[1] ابی داؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب البیوع، باب فی التسعیر)، ج ۲، ص ۸۹۴

[2] ابن جوزی، سیرۃ عمر بن خطاب، مطبع السعادت، قاہرہ، ۱۳۴۲ھ، ص ۱۵۴

قیمت پر اپنے مال فروخت کرنے پر مجبور کرے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو مناسب سزا دے۔ چنانچہ اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے مرغینانی (م ۵۹۳ھ) نے لکھا ہے۔

لا ینبغی للسلطان ان یسعر علی الناس لقوله علیه السلام لاتسعروا فان الله هو المسعر القابض الباسط الرزاق ولان الثمن حق العاقد فالیه تقدیره فلا ینبغی للامام ان یتعرض لحقه الا اذا تعلق به دفع ضرر العامة . . . . فان کان ارباب الطعام یتحکمون ویتعدون عن القیمة تعدیا فاحشا وعجز القاضی عن صیانة حقوق المسلمین الا بالتسعیر فحینئذ لاباس به بمشورة من اهل الرای والبصیرة [1]

ترجمہ: سلطان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ لوگوں کو متعین قیمتوں کا پابند بنائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیمت مقرر نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی قیمت مقرر کرنے والا، تنگی پیدا کرنے والا فراخی پیدا کرنے والا، رزق عطا کرنے والا ہے۔ اور اس لیے کہ قیمت بتانا عقد بیع کرنے والے کا حق ہے لہٰذا اس کی تعیین وہی کر سکتا ہے۔ پس امام کو اس کے حق میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے بجز اس صورت حال کے جب ضرر عامہ کا دفعیہ اس کا متقاضی ہو۔

اگر غلہ کے تاجر من مانی قیمتیں وصول کرتے ہوں اور معقول قیمتوں سے زائد دام وصول کرتے ہوں اور قاضی نرخ مقرر کرنے کے علاوہ کسی دوسرے طریقے سے مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہ کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں اہل الرائے اور صاحب بصیرت افراد کے مشورہ سے قیمتیں مقرر کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

اسی مسئلہ کو امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) نے بھی اس طرح بیان کیا ہے۔

---

[1] مرغینانی، ہدایہ (کتاب الکراھیۃ) ج ۴، ص ۴۶۹ - ۴۷۰

کہ جب لوگ معروف طریقہ کے مطابق اپنی تجارتی اشیاء فروخت کر رہے ہوں اتفاقاً کسی شے کی قلت یا آدمیوں کی کثرت کی بنا پر اس چیز کا نرخ بڑھ جائے تو تاجروں کو اس بات کا پابند بنانا کہ وہ اس شے کو مقررہ قیمتوں پر فروخت کریں ظلم ہوگا۔

البتہ محتکر جب احتکار کے ذریعہ عوام پر ظلم کر رہا ہو تو اس وقت صاحب امر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جب عوام کو ان اشیاء کی ضرورت ہو تو تاجروں کو اپنا مال قیمت مثل پر فروخت کرنے پر مجبور کرے [1]

کیونکہ اس قانونی وسیلے کا استعمال احتکار کے سدِ باب کے لیے بہت حد تک معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں کسی چیز کی قیمت بڑھانے کی غرض سے اس شے کی مصنوعی قلت پیدا کرنا احتکار کہلاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں احتکار کی نہ صرف صراحتاً حرمت بیان کی گئی بلکہ محتکرین کے لیے بہت سی وعیدوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے احتکار کے سدباب کے لیے قرآن و حدیث میں حرمت کے بیان کے علاوہ اسی بیع کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جس سے احتکار کا اندیشہ بھی ہو۔ اس ضمن میں اسلام قاضی کو یہ اختیار بھی دیتا ہے کہ جو شخص اس فعل شنیع کا مرتکب ہو اس کو جسمانی و مالی سزا دینے کے علاوہ اس کا مال اس کی رضامندی کے بغیر عام نرخوں پر فروخت کرنے کا حکم دے۔

اسلام احتکار کے اسلامی معاشرے سے جڑ سے اکھاڑنے کیلیے ایک قانونی وسیلے کو استعمال میں لانے کی بھی اجازت دیتا ہے جسے فقہی اصطلاح میں "تسعیر" کہا جاتا ہے اگرچہ قحط کے دنوں میں جبکہ قحط قدرتی عوامل کی بنا پر ہو تسعیر کی اجازت نہیں دیتا لیکن اگر تاجروں کی مصنوعی قلت خود پیدا کردہ ہو تو حاکم وقت تسعیر کا اختیار رکھتا ہے۔

ان تمام اقدامات کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کا شہری پر امن معاشی زندگی بسر کر سکے۔

---

[1] ابن تیمیہ، الحسبۃ فی لاسلام او وظیفۃ الحکومۃ الاسلامیہ، دار الکاتب العربی (تاریخ و مقام اشاعت نامعلوم) ص ۱۶

اسلام میں بیت المال کا تصوّر

جناب ڈاکٹر حمید اللہ، ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی

بیت المال کا لغوی معنی : خزینۃ المال[1] یعنی مال کا خزانہ "حکومت اسلامی کا خزانہ"[2] "مال یا دولت کا گھر"[3]

اصطلاحی تعریف : "کسی مسلم ریاست کے خزانے یا اسلامی سلطنت کے اس خزانہ خاص کو کہتے ہیں جس کو ریاست بلکہ اسلامی حکومت عام رعایا کی اصلاح و بہبود کے لیے خرچ کرتی ہے"[4]

"بیت المال سے مراد مسلمان عوام کا بینک بھی ہے اور قومی خزانہ بھی، ملی جائداد کا ضامن بھی، تجارت کا ادارہ بھی، امانت کا محافظ بھی اور مسلمانوں کے مرکزی ادارے کا سرکاری خزانہ بھی ہے"[5]

بقول مولانا حفظ الرحمٰن رحمہ اللہ اسلام کے معاشی نظام کو بروئے کار لانے کے لیے حکومت ربّانی (خلافت اسلامی) کے لیے خزانہ سرکاری کا وجود ضروری ہے۔ اس خزانہ کے محفوظ مقام کو "بیت المال" کہتے ہیں۔ اور اگرچہ کبھی کبھار "بیت المال" کا اطلاق وسعت کے ساتھ پورے

---

[1] المنجد، (دار المشرق، بیروت، ۱۹۶۰ء) ص ۵۵

[2] عبد الحفیظ بلیاوی: مصباح اللغات (دہلی، ۱۳۶۹ھ) ص ۵۵، القاموس الحدیث، ص ۶۰۵

[3] ظفر نیازی: نقاد اللغات (نقاد بک ڈپو، کراچی، ۱۹۶۰ء) ص ۷۶

[4] منشی محبوب عالم: اسلامی انسائیکلوپیڈیا (پیسہ اخبار، لاہور) ۱/ ۱۵۳

[5] اسلم: اسلام کا جمہوری نظام (لاہور)